اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وطنِ عزیز میں مسیحی - مسلم مکالمے کی تحریک کچھ عرصے سے جاری ہے اور پاکستان کے بڑے شہروں میں مکالمے سے دلچسپی رکھنے والے مسیحی اور مسلمان اہلِ فکر وقتاً فوقتاً مل بیٹھتے ہیں۔ ان مجالس کی کارروائیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیحی برادری کے مذہبی رہنما تحریک میں پیش پیش ہیں جب کہ مسلمان اکثریت کی نمائندگی بالعموم جدید تعلیم یافتہ افراد کرتے ہیں۔ اوّل الذکر مسلم دینی روایت سے پوری طرح آگاہ ہوں یا نہ ہوں، کم از کم مسیحی روایت پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ اس کے برعکس مؤخر الذکر یعنی مسلمان شرکائے مکالمہ بالعموم اپنی دینی روایت کے حوالے سے اُس گہرائی کا مظاہرہ نہیں کر سکتے جِس کا تقاضا مکالمے جیسی سنجیدہ کارروائی کرتی ہے۔

مسیحی - مسلم مکالمے میں علمائے کرام کیوں شریک نہیں ہوتے؟ اس صورت حال کے متعدد اسباب ہیں۔ اولاً علمائے کرام مکالمے کو ترویجِ مسیحیت کی ایک شکل سمجھتے ہیں (اور مسیحی رہنماؤں کی جانب سے گاہے گاہے ایسے بیانات بھی سامنے آتے ہیں۔) اُن کے نزدیک دینِ اسلام کو دوسرے مذاہب کی سطح پر لاکر گفتگو کرنا غلط ہے۔ اُن کے نزدیک جب امرت ہمارے پاس موجود ہے تو کھارے پانی کی تلاش میں سرگرداں رہنا کہاں کی عقل مندی ہے۔ ثانیاً علمائے کرام، مسلمان عوام کی رہنمائی کو اپنا بنیادی فریضہ خیال کرتے ہیں اور "دوسروں" کی سرگرمیوں میں شامل ہونے سے اُن کا تبلیغی و اسلامی کام متاثر ہوتا ہے۔ ثالثاً اُنھوں نے اپنے دائرہ کار کے حوالے سے زندگی کا بڑا حصّہ مطالعۂ اسلام میں صرف کیا ہوتا ہے اور تقابلِ ادیان میں اُن کی دلچسپی محدود ہوتی ہے۔

مکالمے میں علمائے کرام کی عدم شرکت کے حوالے سے ایک اہم سوال یہ بھی ہے کہ اس تحریک کے بانی ہونے کی حیثیت سے کیا مسیحی مذہبی رہنماؤں نے کبھی علمائے کرام سے رابطہ قائم کیا ہے؟ اُن کا نقطۂ نظر سننے کی زحمت گوارا کی ہے یا علمائے کرام کو "مناظر" خیال کرتے ہوئے اُن سے دامن کشاں رہنے ہی میں عافیت سمجھ لی گئی ہے؟ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مسیحی شرکائے مکالمہ نے اس سمت میں کوئی مؤثر کوشش نہیں کی۔ وہ جدید تعلیم یافتہ اور بہت حد تک سیکولرزم سے متاثر مسلمانوں کے ساتھ بیٹھ کر "مکالمے" کا حق ادا کر لیتے ہیں۔

مذکورہ بالا صورتِ حال چنداں خوش کُن نہیں۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ سیاسی اور سماجی طور پر کتنا ہی مؤثر کیوں نہ ہو، مذہبی دائرے میں اِس کا اثر و نفوذ نہ ہونے کے برابر ہے اور یہ علمائے کرام ہی

ہیں جو عامتہ المسلمین کا مرجع ہیں، اس لیے علمائے کرام کو نظر انداز کر کے اگر کسی مکالمے کو کامیاب خیال کیا جا رہا ہے تو اسے محض خوش فہمی ہی کہا جا سکتا ہے اور یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ خوش فہمی بالعموم غلط فہمی ہی ہوتی ہے۔

مکالمہ، مناظرہ نہیں اور دوسرے کو اپنے نقطۂ نظر کے مطابق قائل کرنا اس کا مقصد نہیں۔ مکالمہ تو پیش آمدہ مسائل پر مختلف نقطۂ نظر سننے اور دیانت داری کے ساتھ اس پر غور و فکر کرنے کا نام ہے۔ مکالمہ معاشرے کو خوبصورت بنانے کی تگ و دو ہے اور معاشرے کی خوبصورتی امن و امان، محبت و اخوّت اور باہمی میل جول سے وجود میں آتی ہے۔ اسلامی معاشرے کی تاریخ شاہد ہے کہ بحیثیت مجموعی اقلیّتیں ہمیشہ خوش و خرم رہی ہیں اور اُنہوں نے اسلامی معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے اپنا کردار ادا کیا ہے۔ بد قسمتی سے وطنِ عزیز میں کچھ احتجاج پسند لوگوں نے اسلامی معاشرے کی اساس کو چیلنج کرنے کا وطیرہ اختیار کر رکھا ہے اور وہ آئے دن ایسی باتوں کو "مسائل" بلکہ "گھمبیر مسائل" کی شکل میں پیش کرتے رہتے ہیں جو سرے سے مسائل ہوتی ہی نہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ مسیحی - مسلم مکالمہ اس بنیاد پر ہو کہ مسلم اکثریت اپنے معاشرے اور حکومت کو اپنی اقدار و روایات کے مطابق تشکیل دے اور مسیحی اقلیّت اُس کے جمہوری و انسانی حق کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے لیے، بلکہ سب کے لیے، عدل و انصاف کے حصول کے لیے کوشاں ہو۔ ●●